علمائے بگہ کے احوال وآثار (ایک تحقیقی جائزہ)

The Biographical Account and Intellectual Legacy of the Religious Scholars of Buggah: A Critical Assessment

Amjad Muneer*

Ghulam Shams-ur-Rehman**

Abstract

The religious scholars played a significant role in the formation of Muslim religious thoughts in South Asia. Modern scholarship focused on the services of religious scholars of Delhi, Uttar Pradesh and other central cities of the Sub-Continent. On the other hand, they did not pay proper attention on the works of religious scholars of the peripheries. The present research work is an endeavor to fill this gap. The famous Bugwi family of Bhera played a significant role in the transformation of knowledge in Punjab during the course of ninetieth and twentieth centuries. They established religious institutions for religious studies in Punjab. The Bugwi scholars played a vital role in the contemporary socio-political and religious movements. This study aims to present the life and services of five eminent Bugwi scholars and their contribution in the dissemination of knowledge and their participation in socio-political and religious movements during the course of ninetieth and first half of the twentieth centuries.

Keywords: Religious Scholars, Bugwi Family, Madrasas, Revival Movements, Khilafat Movement, Punjab.

خانوادہ بگویہ قریباًاٹھارویں صدی عیسوی /بارہویں صدی ہجری سے اشاعت دین اوراصلاح عامہ کے لیے مصروف عمل ہے۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (م ۱۲۳۹ھ) اور شاہ محمداسحاق دہلویؒ (م ۱۲۶۲ھ) سے فیض یافتہ اس خاندان میں بڑے بڑے محدث وفقیہ، زاہدوسالک اور مصلح ومربی پیدا ہوئے جو وقت کی طلب اور ملت اسلامیہ کی ضرورت کے مطابق دین کے مختلف شعبوں کے حوالے سے کام کرتے رہے۔ان اکابرین نے اپنی محنت اور ایثار سے علماء وصلحاء کی ایک ایسی کھیپ تیار کی جس نے متحدہ پنجاب میں ملت اسلامیہ کے اصلاح احوال کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔بقول پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی:

”بگہ ضلع جہلم کاایک قدیم قصبہ ہے جہاں سے علمائے دین کاایک اولوالعزم خاندان اُبھرا جس نے برصغیرپاک وہند میں اپنی عظمت کالوہامنوایا۔۔سکھ دور میں دین کی شمع کوفروزاں کیااور عرصہ پچاس سال تک ایشیاکی سب سے بڑی جامع مسجد عالمگیری (بادشاہی مسجد لاہور) میں خطابت وامامت پر فائز رہا۔پنجاب وہند کاشاید ہی کوئی ایساعلمی ادارہ ہو جہاں اس خاندان کے شاگردوں نے خدمات نہ سرانجام دی ہوں۔“(۱)

* Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies and Arabic, Government College University, Faisalabad.

** Chairman/ Professor, Department of Islamic Studies and Arabic, Government College University, Faisalabad.

آٹھویں صدی ہجری/چودھویں صدی عیسوی میں اس خاندان کے مورث اعلیٰ عبدالرحمن بن محمد صالحؒ نے پنجاب میں سکونت اختیار کی۔آپؒ کا سلسلہ نسب بیس واسطوں سے صحابی رسول حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن ہشام سے ملتا ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے اور قبول اسلام کے بعد انہوں نے کئی غزوات میں حصہ لیا۔آپ رضی اللہ عنہ کے پوتے زیدؒ نے خراسان میں لشکر اسلام کے ہمراہ مہمات میں حصہ لیا اور وہیں آباد ہو گئے۔ابو مسلم خراسانی کے دور میں اکثر عربی قبائل خراسان سے بھاگ کر ہندوستان میں پناہ گزین ہوئے اور ہندوستانی تمدن اختیار کر کے سندھ و پنجاب کے اضلاع میں آباد ہو گئے۔عبدالرحمن بن محمد صالحؒ کے آباؤ اجداد بھی سندھ میں آباد ہو گئے تھے لیکن آٹھویں صدی ہجری/چودھویں صدی عیسوی میں انقلابات و حوادث کے تحت آپؒ کو پنجاب آنا پڑا۔آپؒ کے ذریعے بے شمار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔آپؒ کی اولاد میں سے محمد ہاشم بن عبداللہؒ نے گیارہویں صدی ہجری/ سترہویں صدی عیسوی میں دریائے جہلم کے دائیں کنارے سکونت اختیار کی۔ گاؤں کا نام ''بگہ'' تھا لیکن آپؒ کی وجہ سے یہ گمنام گاؤں کافی مشہور ہوا۔(۲) بگہ کی نسبت سے ہی اس خاندان کے افراد ''بگوی'' کہلاتے ہیں۔اس مقالہ میں انیسویں کے تین اور بیسویں صدی کے دو نمائندہ بگوی علماء و مشائخ کے احوال و آثار پیش کیے جائیں گے تاکہ ان کی علمی و ملی خدمات کا جائزہ پیش کیا جاسکے۔

۱۔علامہ حافظ غلام محی الدین بگویؒ

حضرت مولانا حافظ غلام محی الدین بگویؒ بن مولانا حافظ نور حیات بگویؒ بروز پیر ماہ محرم ۱۲۰۳ھ/ اکتوبر ۱۷۸۸ میں بگہ شریف میں پیدا ہوئے۔(۳)تذکرہ مشائخ بگویہؒ، تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت لاہور اور تذکرہ علمائے پنجاب میں سال ولادت ۱۲۱۰ھ بیان کیا گیا ہے لیکن زیادہ قرین قیاس ۱۲۰۳ھ ہے کیونکہ قدیم ترین ماخذ جن میں حدائق الحنفیہ اور تذکرہ علمائے ہندوستان شامل ہیں، میں سال ولادت ۱۲۰۳ھ ہی تحریر کیا گیا ہے۔چار برس کی عمر میں حافظ حسنؒ کی شاگردی میں آئے۔حافظ صاحب قرآن پڑھنے والے طلباء کے حق میں بڑے سخت اور جابر تھے لیکن مولانا غلام محی الدینؒ نے کبھی استاد صاحب سے مار نہیں کھائی۔(۴)

آپؒ نے تھوڑے عرصہ میں ناظرہ قرآن مجید ختم کر لیا مگر حفظ نہیں کیا تھا۔چونکہ آپ بڑے خوش الحان تھے اس لئے رمضان المبارک کا آغاز ہوا تو بگہ شریف کے لوگوں نے آپؒ کے والد ماجد سے اصرار کیا کہ تراویح میں غلام محی الدین سے قرآن مجید سنوائیں۔والد صاحب کے استفسار پر آپؒ نے مصمم ارادے سے عرض کی کہ اگر آپ دن کے وقت میرے ساتھ ایک پارے کا دور کر لیا کریں تو ان شاء اللہ رات کو تراویح میں سنانے کے قابل ہو جاؤں گا۔چنانچہ آپؒ نے اسی رمضان میں قرآن مجید حفظ کیا اور تراویح میں سنایا۔(۵) پھر آپؒ نے مروجہ کتب درسیہ کا پڑھنا شروع کیا۔ذہانت کا یہ عالم تھا کہ اکثر علمائے پنجاب کہا کرتے تھے: ''اے لڑکے! تمہیں پنجاب میں کوئی تعلیم نہیں دے سکے گا''۔(۶)

سفر دہلی اور تحصیل علم وبیعت:

برصغیر میں صدیوں سے قائم مسلم ریاست کی شان وشوکت اور جاہ وحشم مرہٹوں اور سکھوں کے ظلم وستم اور شورشوں سے پامال ہوچکا تھا۔ دہلی میں خاندان مغلیہ کا چراغ ٹمٹمارہا تھا۔ صوبہ پنجاب میں سکھ جتھہ گیروں کی اندھیر نگری کا راج تھا۔ اس طوائف الملوکی کا سب سے بڑا ہدف مسلمانوں کا دین وایمان اوران کی معیشت وثقافت تھی۔ مساجد کو منہدم کرنے اوراسلامی آثار کو مٹانے کا کام منظم طور پر جاری تھا۔ دینی تعلیم اور مدارس کا نظام تہ وبالا ہوچکا تھا۔ خاندان بگویہ کے بزرگ اور علماء مسلمانوں کی حالت زار سے اچھی طرح اگاہ تھے۔ انہیں بیماری کی تشخیص کا بھی پتہ تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ اس کا علاج کیا ہے۔ دہلی میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، شاہ غلام علی دہلویؒ اور پنجاب میں شاہ محمد سلیمان تونسویؒ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے جدوجہد شروع کرچکے تھے۔ خاندان بگویہ کے اکابر شریعت وطریقت کے ان چشمہ ہائے فیض سے سیراب ہونے کے لئے بے تاب تھے۔ چنانچہ لاہوراور دہلی میں امن وامان قائم ہوتے ہی مولانا نور حیات بگویؒ نے اپنے دونوں بیٹے حصول علم کے لئے دہلی کے طویل اور پُر خطر سفر پر روانہ کردیئے۔

والد ماجد کی خواہش اوراساتذہ کے مشورہ سے مولانا غلام محی الدین بگویؒ ۱۲۲۹ھ/۱۴-۱۸۱۲ء میں اپنے چھوٹے بھائی مولانا احمد الدینؒ کے ہمراہ دہلی روانہ ہوئے۔ اس وقت مولانا احمد الدینؒ کی عمر تقریباً دس سال تھی۔ اور وہ قرآن مجید کا دسواں پارہ حفظ کررہے تھے۔ لیکن دہلی پہنچنے تک انہوں نے بھی پورا قرآن مجید حفظ کرلیا۔ دہلی اس زمانے میں علم وعلماء کا مرکز تھا۔ دونوں بھائیوں نے مختلف علماء سے علم منقول ومعقول پڑھا۔ لیکن علم حدیث کی تکمیل شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ سے کی جو کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ بن شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نواسے تھے۔ جب آپؒ فارغ التحصیل ہوگئے تو شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ آپؒ کو اپنے نانا حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے پاس لے گئے اور سندِ حدیث عطا کرنے کی درخواست کی۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے آپؒ سے حدیث اور علم حدیث کے متعلق مختلف سوالات کئے جن کے جوابات آپؒ نے نہایت عمدگی سے دیئے۔ جس سے شاہ صاحبؒ نہایت مسرور ہوئے اور سند حدیث عطا کی۔[(۷)] شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے آپؒ کو نصیحت فرمائی: "ان شاءاللہ آپ سے بڑا فیض ہوگا۔ جب وطن جائو تو کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے لوگوں میں تفرقہ پیدا ہو۔"[(۸)] قیام دہلی کے دوران حضرت شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی مجددیؒ (م ۱۲۴۰ھ) سے بیعت ہوئے۔ اپنے شیخ سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں سلوک حاصل کیا اور خرقہ خلافت حاصل کرکے مجاز ہوئے۔[(۹)]

وطن واپسی اور اشاعت دین:

آپؒ نے دہلی میں تقریباً بارہ برس قیام کیا اور ۱۲۴۱ھ/۱۸۲۶ء میں وطن بگہ واپس تشریف لائے۔ قیام دہلی کے دوران والد ماجد کا انتقال

ہو چکا تھا۔آپؒ اُن کی جگہ مسند درس وارشاد پر متمکن ہوئے۔آپؒ کی علمی وجاہت اور علم حدیث میں مہارت کی وجہ سے دور دور سے طلباء حاضر ہونے لگے۔آپؒ کی شہرت نے سارے پنجاب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ بگہ کا چھوٹا سا گاؤں اس قدر وسیع دائرہ عمل کے لیے کافی نہ تھا۔مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وزیر فقیر عزیزالدین بگہ میں حاضر ہوئے اور لاہور سکونت اختیار کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے فقیر عزیزالدین مرحوم کی مخلصانہ درخواست کو قبول کیا اور بگہ کی مسند اپنے چھوٹے بھائی مولانا احمدالدینؒ کے حوالے کر کے لاہور تشریف لے گئے۔ بیس سال تک لاہور میں بازار حکیماں کی لال مسجد میں علم حدیث کا درس دیا۔ فقیر عزیزالدین مرحوم نے فقیر خانہ تعمیر کروایا جس میں طلباء کی رہائش ودیگر ضروریات کا عمدہ انتظام کیا۔ہزاروں علماء وطلباء نے آپؒ سے استفادہ کیا۔ (۱۰)

پنجاب کے علماء کو علم حدیث سے زیادہ رغبت نہ تھی۔ان کا رجحان فقہ اور تصوف کی طرف تھا۔سب سے پہلے آپؒ نے پنجاب میں علم حدیث کی اشاعت کی۔آپؒ کے حلقہ درس میں کابل، پنجاب، بنگال، دہلی، راجپوتانہ، سندھ، عرب کے سینکڑوں طلباء موجود رہتے تھے۔ پنجاب میں علم حدیث کی اشاعت جس قدر آپؒ اور آپؒ کے بھائی مولانا احمد الدینؒ کے ذریعے ہوئی کسی دوسرے سے نہیں ہوئی۔ (۱۱) پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی رقم طراز ہیں: ''مولانا کی درس گاہ علم حدیث کی تدریس کا بہت بڑا ادارہ تھا۔ پنجاب کی شاید ہی کوئی علمی درس گاہ ہو جس میں اس مکتب حدیث کا فارغ عالم دین نہ پڑھا رہا ہو۔'' (۱۲)

آپؒ کے حسن سلوک سے ہزارہا اچھوت مسلمان ہوئے۔آپؒ کی روحانی توجہ سے سینکڑوں مسلمان دیندار ہوگئے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ آپؒ کا معتقد تھا۔اس نے بہت بڑی جاگیر پیش کی مگر آپؒ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔آپؒ کے تلامذہ نے ملک کے طول وعرض میں پھیل کر مسلمانوں میں بیداری پیدا کی۔آپؒ کے مشہور تلامذہ میں مولانا نورالدینؒ (چکوڑی شریف)، مولانا غلام رسول قلعویؒ، مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا شاہ محمد فیروزپوری، مولانا حافظ ولی اللہ لاہوری، مولانا زین العابدین چنیوٹی، مولانا حکیم تاج محمود ہزاروی، مولانا غلام العلی قصوری، مولانا شمس الدین وزیرآبادی، مولانا نوراحمد نقشبندی چنیوٹی، مولانا غلام محمد بگوی اور مولانا عبدالعزیز بگویؒ وغیرہ شامل ہیں۔ (۱۳)

آخری عمر میں آپؒ کو فالج ہو گیا تھا۔اس لئے ۱۲۶۲ھ /۱۸۴۶ء میں لاہور سے واپس بگہ شریف لے گئے اور اپنی زندگی کے آخری گیارہ سال وہیں بسر کئے۔ باوجود علالت کے تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔آخر کار ۳۰ شوال ۱۲۷۳ھ /۲۲ جون ۱۸۵۷ء کو آپؒ کا انتقال ہو گیا۔آپؒ کے انتقال کی خبر بجلی کی طرح ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔ذرائع نقل وحمل نہ ہونے کے باوجود آپؒ کے شاگردوں، متوسلین اور معتقدین نے ہزاروں کی تعداد میں نماز جنازہ میں شرکت کی۔آپؒ بگہ شریف میں ہی دفن کئے گئے۔آپؒ کی وفات کے بعد آپؒ کے دو بیٹوں مولانا غلام محمد بگویؒ اور مولانا عبدالعزیز بگویؒ نے درس وتدریس اور وعظ وارشاد کی خاندانی روایت کو قائم رکھا۔ (۱۴)

۲۔علامہ مفتی حافظ احمد الدین بگویؒ

حضرت مولانا مفتی احمد الدین بگویؒ بن مولانا حافظ نور حیات بگوی ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ء میں بگہ شریف میں پیدا ہوئے۔(۱۵) آپؒ اپنے بھائی مولانا حافظ غلام محی الدین بگویؒ سے عمر میں تقریباً تیرہ یا چودہ سال چھوٹے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجدؒ سے بگہ شریف میں ہی حاصل کی۔اس دوران قرآن مجید کے آٹھ پارے حافظ حسنؒ سے حفظ کیے۔ بعدازاں آٹھ برس کی عمر میں ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء میں اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا غلام محی الدین بگویؒ کے ہمراہ اعلیٰ دینی علوم کی تحصیل کے لئے دہلی کا سفر اختیار کیا۔دوران سفر ہی اپنے برادر گرامی سے درسی کتب پڑھتے رہے اور دہلی پہنچنے تک پورا قرآن مجید بھی حفظ کر لیا۔دہلی میں بارہ برس مقیم رہے اور متعدد علماء سے کسب فیض کیا۔ مروجہ دینی کتب سے فراغت کے بعد شاہ محمد اسحق دہلویؒ سے علم حدیث پڑھا اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔(۱۶) علامہ سید عبد الحئ لکھنویؒ اپنی عربی تصنیف نزہۃ الخواطر میں رقمطراز ہیں:

''الشیخ الفاضل احمدالدین بن نورحیات بن محمدسفارش الحنفی البگوی احدالعلماء المبرزین فی الفقه والحدیث . . . ثم اسند الحدیث عن الشیخ اسحاق بن افضل الدهلوی سبط الشیخ عبدالعزیز.'' (۱۷)

آپؒ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی مجددیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور کئی سال دہلی میں رہ کر سلوک حاصل کیا۔(۱۸) آپؒ کو ریاضت اور مجاہدہ میں درجہ کمال حاصل تھا اور رات کا اکثر حصہ ذکر و مراقبہ میں گزارتے تھے۔ مقبولین بارگاہ خداوندی میں سے اور مستجاب الدعوات تھے۔(۱۹)

درس وتدریس:

۱۸۲۲ء میں دہلی سے لوٹ کر دونوں محدث بگویؒ برادران نے پنجاب میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ علامہ احمد الدین بگویؒ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ بڑے بھائی کے ہمراہ لاہور اور بگہ شریف میں گزارا۔دونوں بھائیوں میں سے ایک لاہور اور دوسرا بگہ شریف میں رہتا تھا اور یونہی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ فتاویٰ اور دینی امور میں راہنمائی کے لیے ملک بھر کے علماء رجوع کرتے تھے۔ آپؒ اپنے طلباء کے لئے بڑے شفیق اور مہربان تھے۔چونکہ خود فاضل اور مستند حکیم تھے اس لئے طلباء کے علاج معالجے پر خود توجہ دیتے تھے۔(۲۰) صاحب حدائق الحنفیہ رقم طراز ہیں: ''جس قدر انتشار علم معقول و منقول پنجاب میں ان ہر دو بھائیوں سے ہوا ہے کسی دوسرے سے نہیں ہوا۔ گویا پنجاب میں کوئی صاحب علم ان کی شاگردی سے بے بہرہ نہ ہوگا۔''(۲۱)

بادشاہی مسجد لاہور کی امامت وخطابت:

برصغیر پاک وہند میں لاہور ہمیشہ مسلم تہذیب وثقافت کا مرکز رہا ہے۔ مسلمانوں کی آمد سے آج تک اس شہر میں ان گنت مساجد تعمیر ہوئی ہیں۔ لیکن ہر دور میں اس بات کو شدت سے محسوس کیا گیا کہ یہاں اجتماعی اور تہذیبی حوالے سے ایک بڑی جامع مسجد ہونی چاہئے جو شہر کی نمائندہ مسجد ہو۔ چنانچہ یہ سعادت مغل شہنشاہ اورنگزیب عالمگیرؒ کے حصہ میں آئی اور ۱۶۷۳ء میں بادشاہی مسجد لاہور تعمیر ہوئی۔ جب پنجاب پر انگریزی قبضہ ۲۹ مارچ ۱۸۴۹ء میں مکمل ہوا تو بادشاہی مسجد بھی انگریزی عملداری میں آگئی۔ مسجد کی حالت کھنڈر جیسی تھی اور وہاں سکھوں کا گولہ بارود کا ذخیرہ تھا۔ ۱۸۵۶ء تک بادشاہی مسجد انگریزوں کے گولہ بارود کا ڈپو رہی۔ انگریزوں کو مسجد کی مرکزی حیثیت اور مسلمانان لاہور کی اس سے دلی ارادت وعقیدت کا احساس تھا۔ چنانچہ رعایا کی دلجوئی کے لئے گیارہ جون ۱۸۵۶ء میں مسجد کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا گیا۔ معروف محقق ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی مرحوم کی تحقیق کے مطابق بحیثیت عالم دین مولانا احمد الدین بگویؒ نے مسجد کی واگزاری میں اہم کردار ادا کیا۔ جب بادشاہی مسجد انگریزی تسلط سے واگزار ہوئی تو اتفاق رائے سے آپؒ اس کے پہلے امام اور خطیب مقرر ہوئے اور اپنی وفات ۱۸۶۹ء تک ان عہدوں پر برقرار رہے۔(۲۲) آپؒ کی وفات کے بعد بادشاہی مسجد کی مسند امامت وخطابت پر آپؒ کے بھتیجے مولانا غلام محمد بگویؒ فائز ہوئے۔

بھیرہ کی سکونت اور جامع مسجد شیر شاہی بھیرہ کی بحالی:

انیسویں صدی کے اوائل میں بھیرہ ایک نمایاں قصبہ تھا جہاں خوشحال ہندو، سکھ اور متوسط ونچلے طبقے کے مسلمان آباد تھے۔ بھیرہ کے رئیس شیخ غلام حسن مرحوم مولانا احمد الدین بگویؒ کے معتقد تھے۔ انہوں نے اپنے محلے شیخانوالہ میں ایک شاندار مسجد اور اس کے ساتھ طلباء کی رہائش کے لئے ایک سرائے تعمیر کروائی۔ مسجد کا سن تعمیر ۱۸۶۰ء ہے۔ اس کے لگ بھگ ہی آپؒ بھیرہ میں وارد ہوئے۔ شیخ غلام حسن مرحوم دین کی خدمت اور اپنی تعمیر کردہ مسجد وسرائے کی آبادکاری کے لئے بگہ اور لاہور تشریف لے گئے اور نہایت محبت واصرار کے بعد علامہ بگویؒ کو بھیرہ لانے میں کامیاب ہوگئے۔ آپؒ نے بھیرہ پہنچ کر حلقہ درس وتدریس کا آغاز کیا۔ رفتہ رفتہ دور ونزدیک سے ہزاروں تشنگان علم جوق درجوق بھیرہ پہنچنے لگے اور یوں اس شہر کو علمی مرکزیت اور روحانی عظمت حاصل ہوئی۔ آپؒ کی عدم موجودگی میں لاہور میں آپؒ کے بھتیجے مولانا غلام محمد بگویؒ اور بھیرہ میں مولانا عبدالعزیز بگویؒ آپؒ کے نائب ومعاون ہوا کرتے تھے۔(۲۳)

شیر شاہ سوریؒ یا اس کے کسی جانشین نے ۹۴۷ھ/ ۱۵۴۰ء میں بھیرہ میں ایک مسجد تعمیر کروائی تھی جو مسلم فن تعمیر کا ایک شاہکار تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ موسم اور عدم توجہ کی بنا پر اس کے تین گنبدوں اور دیواروں میں ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع ہو چکا تھا اور صحن میں

گڑھے پڑ گئے تھے۔ رہی سہی کسر سکھوں نے اپنے دور حکومت میں نکالی اور مسجد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ حضرت مولانا احمد الدین بگویؒ نے اپنے زمانہ میں اللہ کا نام لے کر اس کی تعمیر ثانی کا آغاز کیا۔ آپؒ کی استقامت و عزیمت دیکھ کر اہل شہر نے اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور تائید الٰہی سے آٹھ سال کی محنت شاقہ کے بعد ۱۲۸۴ھ /۱۸۶۷ء میں اس مسجد کی عظیم الشان عمارت مکمل ہوگئی۔ تعمیر مکمل ہونے کے بعد آپؒ نے اسی مسجد میں ہی اپنا مدرسہ منتقل کر لیا اور آج تک یہی مسجد خاندان بگویہ کے وعظ ارشاد کا مرکز چلی آرہی ہے۔ (۲۴)

عائلی زندگی:

آپؒ کا نکاح محترمہ بہشت بی بی بنت میاں احمد الدین مرحوم سے ہوا جو کہ ایک عالمہ فاضلہ خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے مکان واقع محلہ معماراں، بھیرہ میں درس وتدریس کا آغاز کیا اور شہر کی بے شمار خواتین نے ان کے حلقہ درس میں شامل ہو کر قرآن مجید اور دینی علوم کی تعلیم حاصل کی۔ ان کے بطن سے آپؒ کے دو صاحبزادے ہوئے جو چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گئے۔ چونکہ آپؒ کی کوئی اولاد زندہ نہ تھی، لہٰذا آپؒ کے بھتیجے حضرت مولانا غلام محمد بگویؒ بادشاہی مسجد لاہور میں اور حضرت مولانا عبدالعزیز بگویؒ جامع مسجد شیر شاہی بھیرہ میں آپؒ کے جانشین قرار پائے۔ (۲۵)

تلامذہ:

آپؒ نے تقریباً پینتالیس (۴۵) برس درس وتدریس کی خدمات سرانجام دیں۔ برصغیر پاک وہند اور دوسرے ممالک کے ہزاروں طلباء نے صرف بہائی سے لے کر دورہ حدیث تک آپؒ سے کسب علم کیا۔ آپؒ کے تلامذہ میں سے چند درج ذیل ہیں:

مولانا غلام رسول قلعویؒ، ساکن قلعہ میہاں سنگھ۔ مولانا نور الدینؒ، چکوڑی شریف۔ مولانا غلام قادر بھیرویؒ۔ مولانا زین العابدین چنیوٹیؒ۔ مولانا کرم الٰہی بھیرویؒ۔ حکیم مولوی اللہ دین شیخ پوریؒ۔ حکیم مولوی فضل احمدؒ۔ حکیم میاں شیخ احمدؒ، راولپنڈی۔ حکیم مولوی تاج محمود ہزارویؒ۔ مولانا محمد بخش جلال پوریؒ۔ مولانا سلطان احمدؒ، کٹھیالہ شیخاں۔ مولانا حافظ ولی اللہ لاہوریؒ۔ مولانا غلام العلی قصوریؒ۔ مولانا شمس الدین وزیر آبادیؒ۔ مولانا شاہ محمد فیروز پوریؒ۔ مولانا نور احمد چنیوٹیؒ۔ مولانا غلام محمد بگویؒ۔ مولانا عبدالعزیز بگویؒ۔ حکیم نور الدین قادیانی۔ (۲۶)

تصانیف:

آپؒ نے کئی کتب تصنیف کیں۔ مسودہ مکمل ہوتے ہی طلباء اور علماء استفادہ کے لئے لے جاتے اور یوں آپؒ کو نظر ثانی کا موقع نہ

ملتا۔[۲۷] اکثر تصانیف مخطوطات کی شکل میں ہیں اور نایاب ہیں۔ چند کتابوں کے نام اور فن یہ ہیں: دلیل المشرکین (عقائد)۔ ضیاء الصرف شرح صرف میر (علم صرف)۔ احمد یہ حاشیہ ملا جامی (فقہ) ۔ احمد یہ حاشیہ خیالی (علم الکلام)۔ احمد یہ حاشیہ مطول (معانی)۔ رسالہ در مسئلہ غنا (عبادات)۔[۲۸]

آپؒ رمضان المبارک ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں موضع کٹھیالہ شیخاں، ضلع منڈی بہاؤالدین تشریف لے گئے۔ وہاں بیمار ہوئے اور بیماری کی حالت میں لوٹے۔ فاضل اطباء نے علاج کیا مگر ۱۳ شوال ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء کو انہتر (۶۹) برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ آپؒ کو حسب وصیت جامع مسجد شیر شاہی، بھیرہ کے جنوبی جانب خانقاہ بگویہ میں سپرد خاک کیا گیا۔[۲۹]

۳۔ مولانا مفتی غلام محمد بگویؒ

حضرت مولانا غلام محی الدین بگویؒ کے فرزند اکبر مولانا مفتی غلام محمد بگویؒ ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء میں بگہ شریف میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی نہایت ذکی اور تیز فہم تھے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں تمام مروجہ درسی کتب اپنے والد بزرگوار سے پڑھ لیں اور قرآن مجید حفظ کر لیا۔ علم حدیث کی سند بھی اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے والد صاحب نے زیادہ تر باطنی توجہ سے پڑھایا ہے۔ لاہور میں دیگر اساتذہ کرام سے بھی مختلف علوم وفنون میں کسب فیض کیا۔[۳۰]

حضرت مولانا غلام محمد بگویؒ نے اپنے والد ماجد سے روحانی فیوض وبرکات حاصل کیے۔ وفات سے تین دن قبل انہوں نے آپؒ کے قلب پر انگلی رکھ کر فرمایا: ''میرا خدا میری اولاد کا محافظ ہے۔'' آپؒ فرماتے ہیں کہ اس انگلی نے جو اثر کیا اس کی کیفیت بیان میں نہیں آسکتی۔ رات کو حضور سرور عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔[۳۱] والد ماجدؒ کی وفات کے بعد آپؒ کو مشائخ کبار سے فیوض حاصل ہوئے۔ چنانچہ جب آپؒ حج کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے تو وہاں قیام کے دوران سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت شاہ عبد الغنی بن شاہ ابو سعید نقشبندی مجددیؒ سے صحبت رہی۔ پھر ان کے خلفاء سے مجلس محبت گرم رہی۔ سلسلہ چشتیہ میں اویسی طور پر حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ سے روحانی تربیت پائی۔ حضرت مخدوم علی گنج بخش ہجویریؒ اور حضرت سلطان باہوؒ سے بھی باطنی طور پر کئی مقامات طے کئے۔ لیکن بیعت ارادت آپؒ کی حضرت باباجی فقیر محمد بن خواجہ نور محمد تیراہیؒ (چورہ شریف، ضلع اٹک) سے تھی۔ باباجیؒ فرمایا کرتے تھے: ''میں نے مولوی صاحب کو جو کچھ دیا ہے کسی کو نہیں دیا۔''[۳۲] علامہ بگویؒ اپنے شیخ سے چاروں سلاسل میں اجازت یافتہ تھے اور لاہور میں آپؒ کے مریدوں اور عقیدت مندوں کا ایک بہت بڑا حلقہ موجود تھا۔[۳۳]

بادشاہی مسجد لاہور کی امامت وخطابت:

بادشاہی مسجد لاہور کی بحالی کے بعد اس کا انتظام وانصرام انجمن اسلامیہ لاہور کے سپرد تھا۔ مولانا غلام محمد بگویؒ کے چچاجان حضرت مولانا حافظ احمد الدین بگویؒ مسجد بحالی کے بعد اس کے پہلے امام وخطیب مقرر ہوئے تھے۔ ان کے انتقال ۱۸۶۹ء کے بعد انجمن کے معتمد ڈپٹی محمد برکت علی خان اور دیگر عہدہ داران کے اصرار پر مولانا غلام محمد بگویؒ نے لاہور میں مستقل سکونت اختیار کی اور آپؒ کو انجمن کی طرف سے بادشاہی مسجد کا امام وخطیب مقرر کیا گیا۔ آپؒ اس مسجد سے اپنی وفات تک وابستہ رہے اور متواتر تیس سال امام وخطیب رہے۔[۳۴] کنہیالال اپنی تصنیف "تاریخ لاہور" میں علماء وفضلاء کے ذکر کے تحت رقمطراز ہیں: "چوتھا خاندان مولوی بگے والے کا ہے۔ یہ خاندان بھی سکھی عہد میں درس پڑھاتا تھا۔ اب بھی مولوی غلام محمد بادشاہی عالمگیری مسجد کا امام ہے۔"[۳۵] انجمن اسلامیہ لاہور کی رپورٹ ۸۸-۱۸۸۷ء کے مطابق آپؒ اس کے اعزازی رکن شمار ہوتے تھے۔[۳۶]

لاہور میں درس وتدریس:

بادشاہی مسجد لاہور میں بحیثیت امام وخطیب تقرری کے دوران آپؒ انجمن اسلامیہ لاہور اور انجمن نعمانیہ لاہور کی تعلیمی وتدریسی سرگرمیوں میں بھی شریک رہے۔ آپؒ انجمن اسلامیہ لاہور کے اعزازی رکن تھے جب کہ انجمن نعمانیہ کے صدر اوّل رہے۔ انجمن نعمانیہ کے زیر اہتمام مدرسہ نعمانیہ میں طویل عرصہ تک بطور مدرس اور صدر مدرس خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران کثیر علماء نے آپؒ سے استفادہ کیا جن میں مولانا محمد ذاکر بگویؒ، مولانا محمد عالم آسی امرت سریؒ، مولانا احمد الدین حنفی لاہوری، مولانا غلام حسین سیالکوٹی، مولانا نبی بخش حلوائی، مولانا محمد شفیق بگویؒ وغیرہ شامل ہیں۔[۳۷]

آپؒ انجمن مستشار العلماء لاہور کی علمی ودینی سرگرمیوں کے ساتھ بھی ایک طویل عرصہ تک وابستہ رہے۔ آپؒ انجمن کے دار الافتاء کے صدر تھے۔ تمام فتاویٰ پر آپؒ کے دستخط ہوتے تھے اور فقہی مسائل میں آپؒ کی رائے کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی تھی۔ آپؒ کے جاری کردہ فتاوی پورے برصغیر میں بڑی قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھتے جاتے تھے۔ انجمن مستشار العلماء لاہور نے اپنے ریکارڈ کی مدد سے آپؒ کے دستخط شدہ فتاویٰ کو "فتاوی صابریہ" کے نام سے شائع کیا ہے۔[۳۸] الغرض بادشاہی مسجد لاہور کے امام وخطیب، مدرسہ نعمانیہ کے صدر مدرس اور مجلس افتاء مستشار العلماء لاہور کے صدر کی حیثیت سے آپؒ ایک منفرد وممتاز مقام ومرتبہ کے حامل عالم دین تھے۔

وفات سے چھ ماہ قبل آپؒ کی طبیعت خلوت کی طرف زیادہ مائل ہوگئی تھی۔ لوگوں سے میل جول محدود ہوگیا تھا۔ جمادی الاول ۱۳۱۸ھ کے آخری عشرے میں آپؒ کی طبیعت ناساز ہوئی اور بالآخر چار جمادی الثانی ۱۳۱۸ھ / ۳۰ ستمبر ۱۹۰۰ء کو بوقت سحر واصل بحق ہوئے۔ بادشاہی

مسجد لاہور میں جنازہ ہوااور میانی صاحب قبرستان لاہور میں دفن ہوئے۔ پسماندگان میں دوصاحبزادے مولانا محمد رفیق بگویؒ اور مولانا شفیق بگویؒ شامل ہیں۔(۳۹)

۴۔ مولانا محمد ذاکر بگویؒ

مولانا محمد ذاکر بگویؒ حضرت مولانا عبدالعزیز بگویؒ کے چار نامور بیٹوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپؒ کی ولادت ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۵ء میں بھیرہ شریف میں ہوئی۔(۴۰) چھوٹی عمر میں ہی مروجہ درسی کتابوں سے فارغ ہوگئے۔ اپنے والدماجدؒ سے علوم معقول ومنقول حاصل کئے۔ بعدازاں مدرسہ طبیہ دہلی میں حاذق الملک حکیم عبدالمجید خان مرحوم سے علوم طبیہ کی تعلیم حاصل کی۔ اپنے چچا محترم حضرت مولانا غلام محمد بگویؒ سے تصوف کی کتابیں پڑھیں۔ سولہ سال کی عمر میں پنجاب یونیورسٹی کے امتحان مولوی فاضل میں اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوئے۔ آپؒ کے اساتذہ میں شمس العلماء علامہ عبداللہ ٹونکی اور حضرت علامہ فیض الحسن سہارن پوریؒ شامل تھے۔(۴۱)

۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں حضرت خواجہ محمد دینی سیالویؒ سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوئے۔ اپنے مرشد سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔(۴۲) حاجی محمد مرید احمد چشتی رقمطراز ہیں: "آپؒ اپنے بلند پایہ شیخ کے جانثار عاشق صادق تھے۔ سیال شریف کی باقاعدہ حاضری آپؒ کا خصوصی وظیفہ تھی۔ ان کے عشق کے واقعات پڑھیں تو یقین نہیں آتا کہ مدرسہ حمیدیہ (انجمن حمایت اسلام لاہور) کا صدر مدرس آتش عشق میں اس قدر جل سکتا ہے کہ انہیں اپنے مقام اور اپنی ذات کا سر موہوش نہیں رہتا۔"(۴۳) خواجہ محمد دین سیالویؒ بھی آپ پر بڑے مہربان تھے۔ بقول مولانا غلام دستگیر بیخود جالندھری: "حضرت اشرف الاولیاء خواجہ محمد دین سیالویؒ کے تو وہ نہ صرف مرید تھے بلکہ مراد تھے"(۴۴) سلسلہ چشتیہ میں اپنے شیخ طریقت سے خلعت خلافت حاصل کی اور مجاز ہوئے۔ ہزارہا طالبین آپؒ سے مستفیض اور نعمت باطنی سے مالامال ہوئے۔(۴۵)

درس وتدریس:

تعلیم سے فراغت کے بعد بھیرہ شریف میں اپنے والدماجد کے مدرسہ میں تعلیم وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ دوسال تک یہ سلسلہ جاری رہا اور طلباء آپؒ سے منطق، فلسفہ، تفسیر، حدیث اور فقہ میں استفادہ کرتے رہے۔ بعدازاں انجمن حمایت اسلام لاہور کے قائم کردہ مدرسہ حمیدیہ میں صدر مدرس مقرر ہوئے اور سالہاسال تک مولوی فاضل کے طلباء کو پڑھاتے رہے۔ آپؒ نہایت قابل اور محنتی مدرس تھے۔ جلد ہی شہرت تدریس دور دور تک پھیل گئی اور طالبان علم حاضر ہونے لگے۔(۴۶)

تلامذہ:

آپؒ سے کثیر تعداد میں طالبان علم نے استفادہ کیا۔ چند تلامذہ اور متوسلین کے نام یہ ہیں:

۱۔ مولانا محمد بخش مسلم، لاہور ۲۔ مولانا محمد عالم آسی امرت سری ۳۔ مولانا نبی بخش حلوائی (مصنف تفسیر نبوی، ۱۵ جلدیں، پنجابی زبان) ۴۔ مولانا غلام مرشد مرحوم، سابق خطیب بادشاہی مسجد، لاہور ۵۔ مولانا مرزا محمد نذیر عرشی، مصنف کتب کثیرہ (تحفہ سعدیہ، مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم ۲۰ جلدیں وغیرہ) ۶۔ صاحبزادہ محمد عبداللہ سیالوی بن خواجہ محمد دین ثانی سیالویؒ ۷۔ میاں احمد علی، سجادہ نشین حضرت شاہ گداؒ، لاہور ۸۔ مولانا غلام دستگیر خان بیخود جالندھری (مصنف برکات سیال، محبوب سیال، محشرستان خیال وغیرہ) ۹۔ مولانا مفتی عبدالعزیز مزنگوی، لاہور ۱۰۔ مولانا نور محمد لاہوری ۱۱۔ مولانا حکیم غلام احمد میانوی، میانی، ضلع سرگودھا ۱۲۔ مولانا محمد سعید زین پوری، مصنف جذبات سعید ۱۳۔ پروفیسر مولوی حسن الدین، اورینٹل کالج، لاہور ۱۴۔ میاں امیر الدین مرحوم، صدا نجمن حمایت اسلام، لاہور ۱۵۔ مولانا صلاح الدین احمد مرحوم، سابق مدیر "ادبی دنیا"، لاہور ۱۶۔ پروفیسر خواجہ دل محمد مرحوم، سابق پرنسپل گورنمنٹ اسلامیہ کالج لاہور ۱۷۔ جناب عبدالقادر مرحوم، سابق گورنر سٹیٹ بنک آف پاکستان ۱۸۔ محرم علی چشتی ایڈووکیٹ، مدیر "رفیق ہند" لاہور ۱۹۔ ڈاکٹر غلام محی الدین مرحوم، سابق رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۲۰۔ ڈاکٹر فیروزالدین، لدھیانہ (پنجاب) ۲۱۔ خلیفہ عمر دین، ڈائریکٹر محکمہ تعلیم، لاہور ۲۲۔ مولانا ظہور احمد بگویؒ، بھیرہ وغیرہ۔ [۴۷]

آپؒ ۱۳ ربیع الاوّل ۱۳۳۴ھ/ ۲۰ جنوری ۱۹۱۶ء بروز بدھ لاہور میں فوت ہوئے۔ ہزارہا عقیدت مندوں نے جنازہ میں شرکت کی۔ نماز جنازہ مسجد وزیر خان لاہور میں ادا کی گئی۔ اگلے دن بذریعہ ریل گاڑی آپ کا جسد اقدس بھیرہ لایا گیا جہاں خانقاہ بگویہ بھیرہ میں والد ماجدؒ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ [۴۸] پسماندگان میں ایک صاحبزادہ مولانا حکیم مختار احمد بگویؒ تھے جن کا انتقال ۱۹۶۳ء میں لاہور میں ہوا اور میانی صاحب کے قبرستان میں مدفون ہیں۔ [۴۹]

۵۔ مولانا ظہور احمد بگویؒ:

مولانا ظہور احمد بگویؒ حضرت مولانا عبدالعزیز بگویؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپؒ ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں بھیرہ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کی تعلیم و تربیت کا آغاز اپنے والد ماجدؒ سے ہوا۔ ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۸ء میں جب آپؒ کی عمر صرف آٹھ سال تھی، والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ بعد ازاں اپنے بڑے بھائیوں حضرت مولانا محمد ذاکر بگویؒ (م ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء) اور حضرت مولانا محمد یحییٰ بگویؒ (م ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء) کی سرپرستی اور راہنمائی حاصل رہی۔ بنیادی دینی تعلیم اور ابتدائی درسی کتب کا آغاز حضرت مولانا محمد ذاکر بگویؒ سے

کیا۔دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ سکول وکالج کی تعلیم بھی جاری رہی۔گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ میں نویں جماعت تک پڑھتے رہے اور گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا سے میٹرک کا امتحان دیا۔مارچ ۱۹۱۹ء میں امتیازی حیثیت میں پاس ہوئے۔اگست ۱۹۱۹ء میں صادق ایجرٹن کالج بہاول پور میں داخلے کی کوشش کی لیکن داخلہ بند ہونے کی وجہ سے کامیابی نہ ہوئی۔پھر ۱۷ستمبر ۱۹۱۹ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں ایف اے سال اول میں داخلہ لیا مگر تعلیم اُدھوری چھوڑ کر تحریک خلافت اور ترک موالات میں سرگرم عمل ہوگئے اور گرفتار ہو کر قید ہوئے۔(۵۰)

دوران قید دینی تعلیم کا حصول:

آپؒ ۱۵مارچ ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۳ء کے آخر تک تحریک خلافت اور ترک موالات کے نتیجے میں قید رہے۔آپؒ ضلع شاہ پور/سرگودھا میں اس تحریک کے پہلے سیاسی قیدی تھے۔اس دوران آپؒ جہلم اور راولپنڈی کی جیلوں میں مقید رہے۔(۵۱)مولانا محمد حسینؒ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کے استاد اور صدر مدرس تھے۔آپؒ علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیریؒ کے شاگرد اور حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کے مرید تھے۔آپؒ مجلس خلافت ضلع شاہ پور/سرگودھا کے صدر بھی تھے۔مولانا ظہور احمد بگویؒ ان کے شاگرد اور ان کے ساتھ مجلس خلافت شاہ پور/سرگودھا کے معتمد(سیکرٹری) تھے۔دونوں استاد شاگرد ایک ساتھ تحریک خلافت میں اسیر رہے۔اس دوران دونوں میں گہری علمی ودینی رفاقت رہی۔دوران اسیری آپؒ نے مولانا محمد حسینؒ سے سبقاً سبقاً دینی کتابیں پڑھیں۔ان میں تفسیر،حدیث،سیرت،فقہ،تاریخ اور معانی کی کتب شامل تھیں۔(۵۲)

جیل سے رہائی کے بعد خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کے مشورے اور راہنمائی سے آپؒ سیال شریف تشریف لے گئے اور حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ سے تکمیل علوم کی جو ان دنوں دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں مقیم تھے اور مدرس اعلیٰ کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔مولانا اجمیریؒ کا تعلق علماء کے معروف خیر آبادی سلسلہ سے تھا جنہوں نے انگریزوں کے خلاف زبردست جدوجہد کی تھی۔آپؒ دیوبند سے فارغ التحصیل اور خواجہ ثالث سیالویؒ کے مرید تھے۔آپؒ جمیعت علمائے ہند کے نائب امیر، مجلس احرار اسلام ہند کے نائب صدر اور احرار کی کشمیر کمیٹی کے ناظم بھی رہے۔(۵۳)

آپؒ کی بیعت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ سے تھی۔اپنے مرشد کی زیر نگرانی سلوک و معرفت کی منزلیں طے کیں اور بالآخر خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔(۵۴) خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ اپنے دور میں تحریک خلافت اور ترک موالات کے عظیم راہنما تھے اور سیال شریف پنجاب میں اس تحریک کا مرکز تھا۔مولانا ظہور احمد بگویؒ کو خواجہ صاحبؒ کی سیاسی،سماجی اور تبلیغی سرگرمیوں میں ہمیشہ ترجمان کی حیثیت

حاصل رہی۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کی دعوت پر دارالعلوم تشریف لے گئے۔ دارالعلوم کے اکابرین، اساتذہ اور طلباء نے حضرت کا پرجوش استقبال کیا۔ ۳۱ اکتوبر کو عام تعطیل کی گئی اور ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں سہارن پور، میرٹھ وغیرہ سے بھی علمائے کرام نے شرکت کی۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے سپاس نامہ پیش کیا۔ خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کی طرف سے حضرت مولانا ظہور احمد بگویؒ نے جوابی تقریر کی اور شکریہ ادا کیا۔(۵۵) خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کی وفات (۱۹۲۹ء) کے بعد آپؒ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے معروف بزرگ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان نقشبندیؒ سے بیعت ہوئے۔(۵۶)

تحریک خلافت میں کردار:

۱۹۲۰ء میں آپؒ نے کالج کی تعلیم کو خیر باد کہا اور تحریک خلافت کے متوالوں کی صف میں شامل ہوگئے۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۱ء تک معتمد (سیکرٹری) مجلس خلافت بھیرہ رہے۔ بعدازاں آپؒ خلافت کمیٹی، ضلع شاہ پور/ سرگودھا کے معتمد اور ناظم مقرر ہوئے اور قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ ۱۹۲۴ء میں دہلی میں منعقدہ آل انڈیا خلافت کانفرنس میں بطور رکن مرکزی مجلس خلافت ہند کے شرکت کی اور پنجاب کے مسلمانوں کی بھرپور نمائندگی کی۔ تحریکِ خلافت کے روحِ رواں مولانا محمد علی جوہرؒ آپؒ کی بڑی قدر کرتے تھے۔(۵۷)

تحریک آزادی میں خدمات:

مولانا ظہور احمد بگویؒ ابتداء میں انڈین نیشنل کانگریس میں شامل تھے لیکن جلد ہی اس کی پالیسیوں سے دل برداشتہ ہو کر الگ ہوگئے اور آل انڈیا مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرلی۔ ۱۹۳۰ء میں آپؒ نے بھیرہ بلکہ پورے ضلع شاہ پور/سرگودھا میں پہلی مرتبہ آل انڈیا مسلم لیگ کی شاخ قائم کی۔ رفقاء نے آپؒ کی خدمات کے پیش نظر آپؒ کو پارٹی کا مستقل صدر منتخب کیا۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں مسلم لیگ ضلع شاہ پور/سرگودھا کے نائب صدر اور پنجاب کی صوبائی مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ آپؒ نے ضلع بھر میں پارٹی کو منظم کیا اور اپنی تحریر وتقریر سے لیگ کے پیغام کو گھر گھر پہنچایا۔(۵۸) انتہاپسند ہندوؤں نے مسلمانوں کے ارتداد کے لئے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں شروع کیں تو آپؒ نے ضلع شاہ پور/سرگودھا میں جمعیت تبلیغ وتعلیم الاسلام شاہ پور/سرگودھا کی بنیاد رکھی۔ علامہ عنایت اللہ مشرقی مرحوم (م۱۹۶۳ء) کی خاکسار تحریک کے مقابلے میں ایک نیم عسکری تنظیم "فوج محمدی" کے نام سے قائم کی۔(۵۹)

تاسیس مجلس مرکزیہ حزب الانصار:

دین کی اشاعت وسربلندی اور مسلمانوں کی تعلیم واصلاح آپؒ کی زندگی کا اولین مقصد تھا۔ چنانچہ اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لئے ۲۱ جمادی

الاول ۱۳۴۸ھ/۵نومبر ۱۹۲۹ء کو چند درد منداحباب کے ساتھ مل کر جامع مسجد شیر شاہی، بھیرہ میں "کل ہند مجلس مرکزیہ حزب الانصار" کی بنیاد رکھی اور اس تنظیم کی شاخیں پورے برصغیر میں قائم کیں۔آپؒ کے عہد امارت ۱۹۲۹ء سے ۱۹۴۵ء تک اس تنظیم کے تحت درج ذیل اُمور سرانجام دیئے گئے۔

۱۔ مرکزی مجلس حزب الانصار کے سیکرٹریٹ کا قیام

۲۔ ماہنامہ شمس الاسلام، بھیرہ کا اجراء

۳۔ دارالعلوم عزیزیہ، بھیرہ کی تنظیم نو

۴۔ جامع مسجد شیر شاہی، بھیرہ کی عمارت میں توسیع وترقی

۵۔ قدیم وجدید کتب سے آراستہ کتب خانہ عزیزیہ کا قیام

۶۔ بھیرہ میں سالانہ مذہبی کانفرنسز کا انعقاد

۷۔ ملک بھر میں تبلیغی دورے اور جلسے

۸۔ اصلاح رسوم کے لئے کوششیں اور قادیانیت، شیعیت اور خاکساریت کی تردید وتعاقب

۹۔ تحاریک خلافت، آزادی، ختم نبوت، مدح صحابہ میں فعال کردار

۱۰۔ مذہبی کتب کی تالیف واشاعت کے لئے مکتبہ کا قیام

۱۱۔ عورتوں اور بچیوں کی تعلیم وتربیت کے لئے مساعی

۱۲۔ افتاء وتحقیق مسائل کے مرکز کا قیام

۱۳۔ آئمہ مساجد اور کارکنوں کی تربیت کے لئے دارالمبلغین کا آغاز

۱۴۔ اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے مختلف تحریکوں کے ساتھ تعاون[۶۰]

تصانیف:

اپنی ہمہ جہت مصروفیات کے باوجود آپؒ نے تصنیف وتالیف کا کام بھی جاری رکھا۔آپؒ کی اہم تصانیف درج ذیل ہیں:

اجتناب الحنفیہ۔اسلامی جہاد۔تذکرہ مشائخ بگویہ۔آخری پیغام حق۔خاکساری مذہب۔صور اسرافیل۔برق آسمانی بر خرمن قادیانی۔ہدایات القرآن۔(۶۱) اسی طرح ماہنامہ شمس الاسلام ودیگر رسائل وجرائد میں شائع شدہ آپؒ کے مضامین، مقالات اور اداریے ڈاکٹر صاحبزادہ انوار احمد بگوی صاحب نے تذکار بگویہ، جلد پنجم میں یکجا کر دیئے ہیں۔

آپؒ ۱۶ مارچ ۱۹۴۵ء کو لاہور میں کل ہند تنظیم اہل سنت کے اجلاس میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ مفتی سید سیاح الدین کاکا خیلؒ (معاون مدیر، ماہنامہ شمس الاسلام) آپ کے ساتھ تھے۔واپسی پر آپؒ نے حسب پروگرام راولپنڈی اور ضلع ہزارہ کے مختلف مقامات پر خطاب کیا۔ ۲۵ مارچ ۱۹۴۵ء کو جامعہ محمدی شریف، ضلع چنیوٹ کے سالانہ جلسہ میں معرکۃ الآراء تقریر کی۔ چنیوٹ پہنچے تو شدید بخار ہوا اور دل کی تکلیف محسوس ہوئی۔ علاج معالجہ ہوا مگر طبیعت سنبھل نہ سکی۔ چنیوٹ سے بھیرہ واپسی پر راستے میں سرگودھا سے دو تین میل کے فاصلے پر بتاریخ ۲۶ مارچ ۱۹۴۵ء خالق حقیقی سے جا ملے۔ دوسرے روز ۲۷ مارچ ۱۹۴۵ء کو نماز ظہر کے بعد بھیرہ میں صاحبزادہ خواجہ غلام فخر الدین سیالویؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خانقاہ بگویہ بھیرہ میں آسودہ خاک ہوئے۔(۶۲) آپؒ نے صرف ۴۵ سال کی عمر پائی مگر بے شمار کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔آپؒ اپنی ذات میں انجمن اور حقیقی معنوں میں عبقری تھے۔

نتیجہء تحقیق:

علمائے بگہ کے حالات زندگی کے مطالعہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ بزرگ سترہویں صدی عیسوی سے متحدہ پنجاب میں مصروف عمل ہیں اور اپنی شاندار علمی ودینی خدمات کی بناء پر اہل علم میں ایک بلند مقام ومرتبہ کے حامل رہے ہیں۔ یہ بلند علمی مقام ومرتبہ ان بزرگوں نے اپنی محنت ولگن، ایثار وقربانی، مسلسل جدوجہد اور خداداد صلاحیتوں کی بناء پر حاصل کیا۔ یہ نہایت خلوص وللہیت اور عاجزی وانکساری سے دین وملت کی خدمت سرانجام دیتے رہے اور شہرت ونمود سے ہمیشہ دور رہے۔ شاہ ولی اللہؒ کے خانوادہ سے فیض یافتہ اس خاندان کے علماء ومشائخ نے سکھوں اور انگریزوں کے جبر استبداد سے بھرپور ادوار میں دین کی شمع کو فروزاں کیا اور ویران وبے آباد مساجد کی بحالی میں اہم کردار ادا کیا۔ پنجاب میں علم حدیث کے احیاء وفروغ کے محرک بنے اور بہترین دینی مدارس قائم کیے۔ عرصہ پچاس سال تک ایشیا کی سب سے بڑی جامع مسجد عالمگیری (بادشاہی مسجد لاہور) کے امام وخطیب رہے اور اس دوران کوئی دینی فیصلہ وفتویٰ اس وقت تک قابل قبول نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کہ ان میں سے کسی ایک عالم کی مہر تصدیق ثبت نہ ہو۔ علمائے بگہ نے لاہور اور بھیرہ میں اپنی شاندار تدریسی خدمات سے

شاگردوں کی ایک ایسی کھیپ تیار کی جس نے متحدہ پنجاب میں ملت اسلامیہ کی تعلیم وتدریس اور اصلاح احوال میں اہم کردار ادا کیا۔ پنجاب میں شاید ہی کوئی دینی علمی ادارہ ہو جہاں اس خاندان کے شاگردوں نے خدمات سر انجام نہ دی ہوں۔

مختلف دینی وملی تحاریک مثلاً تحریک خلافت ،آزادی، ختم نبوت وغیرہ میں بھی بگوی علماء نے قائدانہ کردار ادا کیا اور اپنے زیر اثر حلقہ میں ان تحریکوں کے پیغام کو پہنچایا۔ پنجاب کے پسماندہ وان پڑھ مسلمانوں کی دینی ودنیوی فلاح وبہبود کے لئے ادارے قائم کئے جو آج بھی دینی وعلمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ تصنیف وتالیف اور نشر وشاعت کے میدان میں بھی اس خاندان کے علماء کسی سے پیچھے نہیں رہے اور وقیع قسم کی علمی یادگاریں چھوڑیں۔ جریدہ شمس الاسلام تقریباً ایک صدی سے صحافتی میدان میں ملک وملت کی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ اسی طرح مسلکی وفروعی معاملات میں بگوی علماء ہمیشہ اعتدال وتوازن کی پالیسی پر کاربند رہے اور اہل سنت کے درمیان اختلافات میں تکفیر کے شدید مخالف ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، صاحبزادہ، علماء ومشائخ بگویہ (ایک اجمالی تذکرہ)، مشمولہ: ماہنامہ شمس الاسلام، (مدیر صاحبزادہ ابرار احمد بگوی)، بھیرہ: مجلس حزب الانصار، اپریل ۱۹۸۳ء، شمارہ:۳، ج: ۷۵، ص:۳

۲۔ ظہور احمد بگوی، مولانا، تذکرہ مشائخ بگویہ، مشمولہ: تذکار بگویہ از ڈاکٹر صاحبزادہ انوار احمد بگوی، بھیرہ: مجلس حزب الانصار، س ن، ج: ۴، ص:۵۲۱

۳۔ فقیر محمد جہلمی، مولوی، حدائق الحنفیہ، (ترتیب وحواشی: خورشید احمد خان)، لاہور: مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، طبع چہارم (صدی ایڈیشن)، س ن، ص:۴۹۴

۴۔ ایضاً، ص:۴۹۵

۵۔ اقبال احمد فاروقی، علامہ، پیرزادہ، تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور، لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۹۸۷ء (باردوم)، ص:۱۴۶

۶۔ محمد حسین بدایونی، مولانا، سید، تذکرہ علمائے ہندوستان (۱۸۹۷ء)، (تحقیق وتدوین: ڈاکٹر خوشتر نورانی)، لاہور: دارالنعمان پبلشرز، ۲۰۱۸ء، ص:۲۹۴

۷۔ محمد اسحٰق بھٹی، تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، گوجرانوالہ: مولانا غلام رسول ویلفیئر سوسائٹی، ۲۰۱۲ء، ص۹۱، فقیر محمد جہلمی، مولوی، حدائق الحنفیہ، ص:۴۹۵، اقبال احمد فاروقی، علامہ، پیرزادہ، تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور، ص:۱۴۶

۸۔ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۸۱ء، ج: ۲، ص:۵۰۴، محمد حسین بدایونی، مولانا، سید، تذکرہ علمائے ہندوستان (۱۸۹۷ء)، ص:۲۹۴، ابرار احمد بگوی، صاحبزادہ، تذکرہ، بھیرہ: مجلس حزب الانصار، ۱۴۳۹ھ، ص:۹

۹۔ ظہور احمد بگوی، مولانا، تذکرہ مشائخ بگویہ، ص:۵۲۶

۱۰۔ ایضاً، ص:۵۲۷،۵۲۶، اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، ج: ۲، ص:۵۰۴

۱۱۔ ظہور احمد بگوی، مولانا، تذکرہ مشائخ بگویہ، ص:۵۲۷

۱۲۔ اقبال احمد فاروقی، علامہ، پیرزادہ، تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور، ص:۱۴۷

۱۳۔ انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، صاحبزادہ، تذکار بگویہ، ج: ۱، ص:۷۷، ج:۳، ص:۷۵۱-۷۴۹، ظہور احمد بگوی، مولانا، تذکرہ مشائخ بگویہ، ص:۵۲۷

۱۴۔ ایضاً، ص:۵۲۸، فقیر محمد جہلمی، مولوی، حدائق الحنفیہ، ص:۴۹۶،۴۹۵

۱۵۔ محمد حسین بدایونی، مولانا، سید، تذکرہ علمائے ہندوستان (۱۸۹۷ء)، ص:۹۱، فقیر محمد جہلمی، مولوی، حدائق الحنفیہ، ص:۵۰۴

۱۶۔ محمد نذیر رانجھا، تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت (پنجاب)، لاہور: دار الکتاب، ۲۰۰۹ء، ج:۱، ص:۵۳

۱۷۔ عبد الحیٔ لکھنوی، علامہ، سید، نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، بیروت: دار ابن حزم، ۱۴۲۰ھ، ص:۹۰۹

۱۸۔ اقبال احمد فاروقی، علامہ، پیرزادہ، تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور، ص:۱۵۲، محمد نذیر رانجھا، تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت (پنجاب)، ج:۱، ص:۵۴

۱۹۔ محمد انور شاہ کشمیری، علامہ، سید، انوار الباری شرح صحیح البخاری، ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۱۴۲۵ھ، ص:۳۹۸

۲۰۔ فقیر محمد جہلمی، مولوی، حدائق الحنفیہ، ص:۵۰۴، اقبال احمد فاروقی، علامہ، پیرزادہ، تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور، ص:۱۵۲

۲۱۔ فقیر محمد جہلمی، مولوی، حدائق الحنفیہ، ص:۵۰۴

۲۲۔ انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، صاحبزادہ، تذکار بگویہ، ج: ۱، ص:۹۳-۹۰، محمد نذیر رانجھا، تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت (پنجاب)، ج:۱، ص:۵۴، محمد اسحٰق بھٹی، تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۹۳

۲۳۔ انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، صاحبزادہ، تذکار بگویہ، ج: ۱، ص:۹۵، اقبال احمد فاروقی، علامہ، پیرزادہ، تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور، ص:۱۵۳-۱۵۲، محمد نذیر رانجھا، تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت (پنجاب)، ج:۱، ص:۵۵-۵۴

۲۴۔ ایضاً، ص:۵۵، انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، صاحبزادہ، تذکار بگویہ، ج: ۱، ص:۱۰۲،۹۶

۲۵۔ محمد نذیر رانجھا، تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت (پنجاب)، ج:۱، ص:۵۶-۵۵

۲۶۔ ایضاً، ص:۵۸-۵۷، انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، صاحبزادہ، تذکار بگویہ، ج: ۳، ص:۴۹۷-۵۱، ظہور احمد بگوی، مولانا، تذکرہ مشائخ بگویہ، ص: ۵۳۴

۲۷۔ محمد حسین بدایونی، مولانا، سید، تذکرہ علمائے ہندوستان (۱۸۹۷ء)، ص:۹۲، فقیر محمد جہلمی، مولوی، حدائق الحنفیہ، ص:۵۰۴

۲۸۔ محمد نذیر رانجھا، تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت (پنجاب)، ج:۱، ص:۵۹

۲۹۔ ایضاً، ص:۵۶-۵۵

۳۰۔ ظہور احمد بگوی، مولانا، تذکرہ مشائخ بگویہ، ص:۵۳۸، انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، صاحبزادہ، تذکار بگویہ، ج: ۱، ص:۱۲۷

۳۱۔ ظہور احمد بگوی، مولانا، تذکرہ مشائخ بگویہ، ص:۵۳۹

۳۲۔ ایضاً، اقبال احمد فاروقی، علامہ، پیرزادہ، تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور، ص:۲۱۹-۲۱۸

۳۳۔ انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، صاحبزادہ، تذکار بگویہ، ج: ۱، ص:۱۵۹-۱۵۶

۳۴۔ ایضاً، ص:۱۲۸، اقبال احمد فاروقی، علامہ، پیرزادہ، تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور، ص: ۲۱۹، ظہور احمد بگوی، مولانا، تذکرہ مشائخ بگویہ، ص:۵۴۰

۳۵۔ کنہیا لال، تاریخ لاہور، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء، ص:۵۴

۳۶۔ انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، صاحبزادہ، تذکار بگویہ، ج: ۱، ص:۱۲۹-۱۲۸

۳۷۔ ایضاً، ص:۱۳۰-۱۲۸، ج:۳، ص:۷۵۱-۷۴۹، اقبال احمد فاروقی، علامہ، پیرزادہ، صد سالہ تاریخ انجمن نعمانیہ لاہور، لاہور: انجمن نعمانیہ، ۲۰۱۲ء، ص:۲۰، انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، صاحبزادہ، علماء ومشائخ بگویہ (اجمالی تذکرہ)، مشمولہ: شمس الاسلام اپریل ۱۹۸۳ء، ص:۸، اقبال احمد فاروقی، علامہ، پیرزادہ، تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور، ص: ۲۲۰

۳۸۔ انوار احمد بگوی، ڈاکٹر ،صاحبزادہ ،تذکار بگویہ ، ج: ۱، ص: ۱۳۲-۱۳۱، اقبال احمد فاروقی، علامہ ، پیرزادہ ،تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور، ص:۲۱۹-۲۲۰، ظہوراحمد بگوی، مولانا،تذکرہ مشائخ بگویہ، ص: ۵۴۰

۳۹۔ ایضاً، ص:۵۴۳،انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، صاحبزادہ،تذکار بگویہ، ج: ۱،ص: ۱۶۳-۱۶۲

۴۰۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، کراچی: انجمن قمرالاسلام سلیمانیہ، ۲۰۱۰ء، ج:۲، ص:۲۱۶، اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، ج: ۲، ص: ۶۶۵

۴۱۔ محمد مرید احمد چشتی ، حاجی ، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال ، ج:۲، ص:۲۱۷، اقبال احمد فاروقی، علامہ ،پیرزادہ ، تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور، ص:۲۳۳، عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، تذکرہ اکابر اہل سنت، لاہور: مکتبہ قادریہ، ۱۹۷۶ء، ج:۱، ص:۴۶۸

۴۲۔ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، ج: ۲، ص: ۶۶۵

۴۳۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج: ۲، ص: ۲۲۰

۴۴۔ ایضاً، ص: ۲۲۱، اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، ج: ۲، ص: ۶۶۶

۴۵۔ ایضاً، ص:۶۶۶-۶۶۵، عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، تذکرہ اکابر اہل سنت، ج:۱، ص:۴۶۸، محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج:۲، ص:۲۲۵

۴۶۔ ایضاً، ص:۲۳۰، عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، تذکرہ اکابر اہل سنت، ج:۱، ص:۴۶۸، اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، ج: ۲، ص: ۶۶۵

۴۷۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج:۲، ص: ۲۳۲-۲۳۰، انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، صاحبزادہ، تذکار بگویہ، ج: ۱، ص: ۲۹۳، ج:۳، ص: ۷۵۱-۷۴۹

۴۸۔ عبدالحکیم شرف قادری، علامہ، تذکرہ اکابر اہل سنت، ج:۱، ص:۴۶۸

۴۹۔ انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، صاحبزادہ، علماء ومشائخ بگویہ (اجمالی تذکرہ)، مشمولہ: شمس الاسلام اپریل ۱۹۸۳ء، ص: ۱۲

۵۰۔ محمد نذیر رانجھا، تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت (پنجاب)، ج:۱، ص:۲۰۶-۲۰۵

۵۱۔ انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، صاحبزادہ، تذکار بگویہ، ج: ۱، ص: ۴۲۵

۵۲۔ ایضاً، ص: ۴۲۶-۴۲۵

۵۳۔ ایضاً، ص: ۴۲۶

۵۴۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج:۳، ص: ۷۷۹

۵۵۔ ایضاً، ص:۷۸۱، انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، صاحبزادہ، تذکار بگویہ، ج: ۱، ص: ۴۳۰-۴۲۹، نصرت علی اثیر، ذکر ذاکر، محمدی شریف (چنیوٹ): مولانا محمد ذاکر اکیڈمی، ۱۹۹۷ء، ص: ۴۳۔۴۴

۵۶۔ انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، صاحبزادہ، تذکار بگویہ، ج: ۱، ص:۶۱۹، ۵۸۴

۵۷۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج:۳، ص: ۷۸۰، محمد نذیر رانجھا، تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت (پنجاب)، ج:۱، ص: ۲۰۶، انوار احمد بگوی، ڈاکٹر، صاحبزادہ، تذکار بگویہ، ج: ۱، ص: ۴۶۵-۴۴۹

۵۸۔ محمد نذیر رانجھا، تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت (پنجاب)، ج:۱، ص: ۲۰۷، محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال، ج:۳، ص: ۷۸۲-

۷۸۳

۵۹۔ محمد نذیر رانجھا،تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت (پنجاب) ،ج:۱،ص: ۲۰۷-۲۰۶

۶۰۔ ایضاً،ص:۲۰۸، انوار احمد بگوی،ڈاکٹر،صاحبزادہ،تذکار بگویہ،ج: ۱،ص:۴۳۵-۴۳۴

۶۱۔ محمد نذیر رانجھا،تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت،ج:۱،ص: ۲۱۳-۲۱۲

۶۲۔ محمد مرید احمد چشتی، حاجی، فوز المقال فی خلفائے پیر سیال،ج:۳،ص:۷۸۹، محمد نذیر رانجھا،تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت (پنجاب) ،ج:۱،ص: ۲۱۱-۲۱۲